جماعت اسلامی کا جائزہ، مولانا عامر عثمانی۔ مرتبہ: سید علی مطہر نقوی امروہوی۔ ناشر: مکتبہ الحجاز پاکستان، اے ۲۱۹ سی بلاک ۲، شمالی ناظم آباد، کراچی۔ صفحات: ۳۲۶۔ قیمت: درج نہیں۔

مولانا مودودیؒ کو اپنی دعوت کے جواب میں اول روز ہی سے بہت سے حلقوں کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، جس نے بعض اوقات، اندھی دشمنی اور تعصب کی وجہ سے سب و شتم کی شکل اختیار کرلی۔ مولانا مودودیؒ نے اپنے رفقا سے بار بار فرمایا: کہ "اس سب و شتم کا جواب دینے کے لیے، میرے (مولانا مودودی) کے علاوہ کوئی بھی مکلف نہیں" تاہم دینی حمیت، علمی دیانت اور شہادت حق کا فرض ادا کرتے ہوئے، جن افراد نے مولانا اور جماعت اسلامی کا دفاع کیا، ان میں مولانا عامر عثمانی (ف: ۱۹۷۴ء) کا نام ناقابل فراموش ہے۔ دیوبند میں رہتے ہوئے، دیوبند کے ایک حصے سے الزامات و اتہامات کا مقابلہ وہ تن تنہا اپنے ایمان، قلم اور دماغ کے ساتھ کرتے رہے۔ قرآن، تفسیر، فقہ، تاریخ اور حدیث کے عظیم الشان ذخیرے سے مدد لیتے ہوئے انھوں نے ہر قسم کی یاوہ گوئی کا دندان شکن جواب دیا۔

عامر عثمانی مرحوم صرف دینی علوم ہی کے عالم اور رمز شناس نہیں تھے، بلکہ ایک بلند پایہ شاعر اور شگفتہ قلم ادیب بھی تھے۔ ان کے پرچے ماہ نامہ تجلی دیوبند کا ایک حصہ مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی کے دفاع کے لیے مختص ہوتا تھا۔ زیر تبصرہ کتاب تجلی میں شائع ہونے والے اسی نوعیت کے مضامین کا انتخاب ہے۔ دلیل کی قوت اور ادب کی گرفت سے مرصع یہ جواب پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ علمائے کرام کس زبان میں اور کس انداز سے حملہ آور ہوتے تھے، مگر افسوس کہ وہ جان بوجھ کر اس حقیقت کو نظرانداز کر رہے تھے کہ وہ خود اپنے خلاف بھونڈے انداز سے گواہی دے رہے ہیں۔ ایسے مفتیان کرام سے عامر عثمانی مرحوم نے جو قلمی مباحثہ کیا، اس کی ایک جھلک جماعت اسلامی کا جائزہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ (سلیم منصور خالد)

Indexation of Financial Assets — An Islamic Evaluation

[مالیاتی اثاثہ جات کی اشاریہ بندی: اسلامی نقطہ نظر سے ایک جائزہ]، ڈاکٹر ایس ایم حسن الزمان۔ ناشر: انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ، اسلام آباد۔ صفحات: ۲۸۰۔ قیمت: درج نہیں۔

یہ امر خوش آیند ہے کہ عہد حاضر میں اسلام کے معاشی نظام کی تفاصیل اور عصری تقاضوں کے تناظر میں پیدا ہونے والے معاشی مسائل، اسلامی معاشیات کے ماہرین کی خصوصی توجہ کا موضوع بن رہے ہیں۔ اسی نوعیت کا ایک اہم اور نازک مسئلہ قرضوں اور امانتوں کی اشاریہ بندی (Indexation) ہے جسے بنیادی طور پر افراط زر (Inflation) کے عفریت نے جنم دیا ہے۔ افراط زر سے کسی ملک کی معیشت جن گمبھیر

مسائل سے دوچار ہو جاتی ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ زر کی قدر یا سکہ رائج الوقت کی قوت خرید کم ہوتی جاتی ہے اور یوں کسی قرض دار (creditor) نے مقروض کو جو رقم قرض دی ہوتی ہے، وہ بہ وقت واپسی، مقدار میں بے شک اتنی ہی ہو مگر اپنی اصل قدر یعنی قوت خرید کے اعتبار سے کم ہو چکی ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے دَین (بہ معنی قرض) کے اس معاملے میں، مقروض کے مقابلے میں یہی قرض دار، سراسر نقصان میں رہتا ہے۔ ایک مکتب فکر کے مطابق انصاف کا تقاضا ہے کہ قرض دار کے اس نقصان کی تلافی کا اہتمام ہونا چاہیے، جس کی صورت یہ ہے کہ افراط زر کی وجہ سے اشیا کی قیمتوں میں جس قدر اضافہ ہو (یا زر کی جتنی کم قدری ہوئی ہو) اس کے برابر رقم، قرض دار کو اس کی اصل رقم کے ساتھ مزید ادا کی جائے۔ زر کی اس کم قدری کا اندازہ متعلقہ مدت میں مختلف اشیا کی اوسط قیمتوں کے اشاریے (price index) سے لگایا جا سکتا ہے۔

زیر نظر کتاب میں ڈاکٹر حسن الزمان نے، اس مسئلے پر اسلامی نقطہ نظر سے بڑے فاضلانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے گذشتہ پچاس سالوں میں اس مسئلے پر مختلف ممالک کے تجربات بھی بیان کیے ہیں اور شرعی نقطہ نظر سے اشاریہ بندی کی موافقت اور مخالفت میں پیش کیے جانے والے دلائل پر سیرحاصل بحث بھی کی ہے۔ ان کے خیال میں اشاریہ بندی کی حمایت میں دیے جانے والے دلائل، محض نظری نوعیت کے ہیں جن کا علمی حقائق سے کوئی تعلق نہیں اور جو قرآن و سنت کے واضح احکامات اور فقہا کی مسلمہ آرا کی تائید سے محروم ہیں۔ ڈاکٹر حسن الزمان کی اس رائے میں بڑا وزن ہے کہ شرعی اور اخلاقی اعتبار سے معاملات میں خسارے کی تلافی کا مکلف اسی شخص کو قرار دیا جا سکتا ہے جس کے کسی قول و فعل سے خسارہ واقع ہوا ہو۔ زیر نظر بحث مسئلے میں زر کی کم قدری، جس افراط زر کی پیدا کردہ ہوتی ہے، مقروض کو کسی صورت بھی براہ راست اس کا ذمہ دار نہیں ٹھیرایا جا سکتا۔ اس صورت میں خسارے کی تلافی کا تاوان اس پر ڈالنا سراسر ناانصافی ہے اور اسلام کسی درجے میں ناانصافی کو روا نہیں رکھتا۔

اشاریہ بندی کے حامی اپنے موقف کے حق میں سورۃ البقرہ کی آیت ۲۷۹ (نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے) سے بھی استدلال کرتے ہیں حالانکہ اس آیہ مبارکہ کا پہلا حصہ [اگر تم (سود لینے سے) توبہ کر لو تو تم اپنے اصل سرمائے کے حق دار ہو]، ان کے اس موقف کی خود ہی تردید کر دیتا ہے کیونکہ اس میں قرض خواہ کے لیے اس کے راس المال کی وصولی ہی کو روا قرار دیا گیا ہے۔ اس سے زائد وصولی اس کی طرف سے مقروض پر ظلم اور اس سے کم واپسی قرض خواہ پر ظلم ہے۔ اب ظاہر ہے کہ راس المال یا تو زر کی کسی قابل پیمائش عددی شکل میں ہو گا یا کسی شے کی مقداری شکل میں۔ اسی عدد یا مقدار کی واپسی اور وصولی کا خداے علیم و خبیر نے اپنے کلام پاک میں حکم دیا ہے۔ اس عدد یا مقدار کی (مجہول) قوت خرید سے معاملے

کو مقید نہیں کیا۔

ڈاکٹر حسن الزمان کی رائے میں اسلام کے معاشی نظام کا مابہ الامتیاز وصف' عدل و قسط ہے۔ افراط زر' معیشت کو جس قسم کے ظلم اور ناانصافی سے دوچار کر دیتا ہے' اشاریہ بندی' اس کا علاج کرنے کے بجائے اسے مزید بڑھا دیتی ہے۔ ناانصافی کا تدارک افراط زر کو کنٹرول کرنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ اسلامی نظام معیشت میں اس عفریت پر قابو پانے کی بدرجہ اتم صلاحیت موجود ہے جبکہ عہد حاضر کے جملہ مادہ پرستانہ معاشی نظام' اسے بے لگام ہونے سے روکنے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

طباعت کا معیار عمدہ ہے۔ تاہم چند مقامات پر پروف کی غلطیاں کھٹکتی ہیں۔ ص ۴۲ پر سورۃ البقرہ کی آیت کا نمبر ۲۷۹ ہے نہ کہ ۲۸۱۔ ص ۸۹ پر Fried man کی کتاب کا نام' Can Inflation Cut Inflaction's Toll لکھا گیا ہے جبکہ ص ۸۷ اور ۸۸ پر Can Indexation Cut Inflation's Toll درج ہے۔ اس کی تصحیح کی ضرورت ہے۔ (عبدالحمید ڈار)

لمحوں کا قرض' زاہد منیر عامر۔ ناشر مطبوعات' ۵۹۶- نیلم بلاک' علامہ اقبال ٹاؤن' لاہور۔ صفحات: ۱۸۳۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔

آج کی نئی نسل' خصوصاً کالج اور یونی ورسٹیوں کی تعلیم سے' حال ہی میں فارغ ہونے والے طلبا و طالبات کو' زمینی حقائق کے ساتھ ساتھ گوناگوں ذہنی و جذباتی اور معاشی و معاشرتی مسائل کا سامنا ہے۔ تنہائی اور فارغ اوقات' داخلی جذبات' ذہنی اضطراب' گروہی وابستگیاں' دوستیوں کے دائرے' جذبہ عشق کی جہات' آرزوئیں اور تمنائیں' ظاہر پرستی کے تقاضے غرض گوناگوں' مختلف اور بسااوقات متضاد کیفیتوں کے نوجوان ایک کش مکش اور کشاکش کا شکار ہیں۔ زیر نظر کتاب کے نوجوان مصنف نے نوجوانوں کے ایسے ہی بنیادی مسائل پر بالغ نظری سے اور ایک کہنہ مشق ادیب کے اسلوب میں کلام کیا ہے۔ انھوں نے نوجوانوں کی ذہنی الجھنوں اور اضطراب کو دور کرنے کے لیے نصیحت آموز باتیں ایسی عمدگی اور حکمت سے کی ہیں کہ ان سے قاری کو سوچ اور عمل کا ایک رابطہ ملتا ہے۔ زاہد منیر عامر کو موجودہ تعلیم کے تین نظاموں (دینی مدرسوں' ٹیکنیکل اداروں اور عمومی کالجوں) میں زیر تعلیم رہنے کا موقع ملا۔ اس وسیع مشاہدے اور تجربے نے مصنف پر بہت سی حقیقتیں منکشف کی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ: "میں نے اپنی طالب علمانہ زندگی کے مشاہدے اور تجربے کو اپنے اوپر ایک قرض محسوس کیا اور اس کتاب میں اسے لوٹانے کی سعی کی ہے"۔

زاہد منیر کا انداز فکر مثبت' تعمیری اور دانش ورانہ ہے۔ اصل میں یہ کتاب نوجوان نسل سے ایک مکالمہ ہے جس کے معنی خیز مطالب کا مطالعہ کرتے ہوئے نوجوان قاری یہ سوچنے پر مجبور ہو گا کہ زندگی کسی نصب